ڈاکٹر الٰہی بخش جار اللہ

اخلاقی تربیت کا نبوی منہاج

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ و جادلہم بالتی ہی احسن[1] کہ بلائیے اپنے رب کی راہ کی جانب حکمت عملی سے ، اچھی نصیحتوں کے ذریعے اور ان سے بحث کیجیے اچھے پیرائے میں ۔

بارشاد :

انما بعثت معلماً[2]

آپ معلم العلوم و الاخلاق ہی ہیں ، اور آپ سے پہلے بھی اس کرۂ ارضی پر بیشمار معلم اخلاق گزرے ہیں ۔ وہ بھی جن کو خلاق فطرت نے انسان کا خمیر گوندھنے سے بہت پہلے اس مقام و مرتبے سے سرفراز فرما دیا تھا[3] اور وہ بھی جن کو 'تخلیق' تو عام انسانوں کی طرح کیا گیا تھا مگر وہ 'انما او تیتہ' علی علم عندی'[4] کے بل بوتے پر شدہ شدہ شہیدوں میں شامل ہوگئے ۔ ان کے متعلق تو حکیم الامت علامہ اقبال یوں کہہ گئے ہیں :

نہ دیا نشان منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے کہ تو رہ نشین نہ راہی[5]

تاہم اول الذکر ہستیوں نے بالیقین اپنے اپنے دور میں پیغمبرانہ منہاج تربیت کے تحت بڑی بڑی قوموں کو زیور اخلاق سے مزین کیا ۔ مگر کیا کیا جائے کہ وہ بھی ابھرے اور ایک عرصے تک لوگوں کو اپنی سیرت و تعلیمات سے منور کرنے کے بعد زمانے کی عمیق تر گہرائیوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تہہ نشین ہو گئے :

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نہ شد تختہ' بر کنار

زمانے نے ان کے نقوش کو یوں مٹا دیا جیسے وہ اس دنیا میں آئے ہی نہ تھے ، کچھ باقی رہے ہیں تو صرف ان کا نام باقی ہے اور بس علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

جناب مسیح کی ۳۳ سالہ زندگی میں سے صرف تین برس کے (ناتمام) حالات معلوم ہیں (اور وہ بھی صرف معجزات اور خوارق) ، فارس کے مصلحان دین صرف شاہنامے کے ذریعے روشناس ہیں ، ہندوستان کے پیغمبر افسانوں کے حجاب میں گم ہیں ، حضرت موسیٰ[4] کی نسبت آج جو کچھ معلوم ہے اس کا ذریعہ صرف موجودہ تورات ہے جو حضرت موسیٰ کے تین سو برس

بعد عالم وجود میں آئی ۔٦

ان پاکیزہ نفوس اور مقدس ہستیوں میں صرف اور صرف سرور کون و مکاں تاجدار دوجہاں سرتاج انس وجاں فخر عالم و عالمیاں آقائے نامدار مفخر موجودات، رحمۃ للعالمین سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات کو یہ امتیاز و شرف حاصل ہے کہ آپ کی تعلیمات کی ایک ایک بات ، آپ کے عمل کی ہر ادا ، آپ کی سیرت طیبہ کا ہر زاویہ اور آپ کے اسوۂ حسنہ کا ایک ایک گوشہ پوری تفصیلات کے ساتھ جوں کا توں زمانے کی دستبرد سے محفوظ ہے ۔ اور انشاءاللہ محفوظ رہے گا ۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۷

آپ حضورؐ انسانیت کے محسن اعظم و آخر کی حیثیت سے مبعوث ہوئے ۔ آپ نے نوع انسانی کو زندگی کے ہر زاویے میں عظیم احسانات سے نوازا : سیاست ، معاشرت ، معیشت ، روحانیت اور اخلاق غرضیکہ انفرادی اور اجتماعی ہر شعبۂ زیست میں آپ نے انسانیت کو روشن ، درخشاں اور تاباں اسوۂ حسنہ دیا ۔ آقا و غلام ، حاکم و محکوم ، بائع اور فروختکار ، تاجر و صنعتکار ، آجر و اجیر ، امیر و غریب الغرض انسانوں کے ہر طبقے کو ایسے احسانات سے نوازا ہے اور تربیت اخلاق کا ایسا مؤثر اور دلنشین منہاج اختیار کیا ہے کہ انسانیت کی حسین و جمیل قد و قامت پر آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی سیرت طیبہ ایک خلعت دوام کی طرح مزین ہوگئی ہے ۔ اور اس کی چاشنی انسانیت کی رگ و پے میں یوں رچ بس گئی ہے جیسے فطرت میں حسن و جمال ، پھولوں میں نزاکت اور عطر بیزی ، آنکھوں میں نور ، دل میں سرور اور جسم میں روح :

تو نخل خوش ثمرے کیستی کہ باغ و چمن
ہمہ ز خویش بریدند و با تو پیوستند

آپ حضورؐ کی ذات اقدس قدرت خداوندی کا وہ زندۂ جاوید عظیم الشان معجزہ اور شاہکار ہے جس کی نظیر کارخانۂ قدرت میں نہ تھی اور نہ ہوگی ۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ پھر ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

آپ کا اسوۂ حسنہ انسانیت کے کمال اور اس کی عظمت کا وہ نور ہے جس سے حسن ازل کی درخشندہ اور تابندہ شعاعیں نکل کر تکمیل انسانیت کی راہوں کو ہمیشہ ہمیشہ منور کرتی رہیں گی ۔

کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب زمانہ ہر نقش کو پامال کرتا ہوا بڑی بے نیازی سے اسے مٹا کر آگے چل دیتا ہے تو جب 'المبعوث الی کافۃ الخلق' کے

نقش کف پا کے پاس پہنچتا ہے تو بصد عجز و نیاز اور بہزار خشوع و خضوع مؤدب جھک کر سلام کرتا ہے پھر ذرا ہٹ کر دبے پاؤں ادب سے آگے گذر جاتا ہے۔ بات تو اصحاب کہف کی ہے مگر عجیب معنوی مشابہت ہے۔ ارشاد ہے:

و تری الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفھم ذات الیمین و اذا غربت تقرضھم ذات الشمال و ھم فی فجوۃ منہ ، ذلک من آیات اللہ۔[۸]

کہ یہ قدرت خداوندی کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تو تو اسے دیکھے گا کہ وہ ان کی 'آرام گاہ' سے داہنی جانب ذرا خمیدہ ہو جاتا ہے اور جب وہ چھپتا ہے تو بائیں جانب کترا جاتا ہے۔ اور وہ اس کی ایک خلوت گاہ میں موجود ہیں۔

سورج وقت اور زمانے کا مظہر ہے۔ اس سے زمانہ بھی مراد ہے اور جغرافیائی طور پر بھی موقعہ ایسا بنا دیا گیا ہے کہ سورج بچ کر چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ قرآن مجید کا معجزانہ انداز بیان ہے:

خوشتر آن باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

آپ حضورؐ سے پہلے انبیاء کرامؑ نے یقیناً پیغمبرانہ منہاج تربیت کے اصولوں کے مطابق معاشرہ کی اصلاح کی ہوگی کیونکہ انبیاء کی شریعتوں کے بنیادی اصول یکساں تھے۔[۹] لیکن چونکہ آج ہمارے سامنے ان کی تعلیمات اور ان کے اسوۂ حسنہ کی تفصیلات نہیں ہیں اس لیے ہم ان کے منہاج تربیت پر بحث کرنے سے قاصر ہیں ، کچھ غیر مکتفی اشارات ملتے ہیں تو ان کا جب آنحضورؐ کے منہاج سے موزانہ کرتے ہیں تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری[۱۰]

جب کہ موسیٰؑ کے ساتھیوں نے موسیٰؑ کی اس یقین دہانی کے باوجود:

فاذا دخلتموہ فانکم غالبون[۱۱]

کہ جونہی تم دروازے میں داخل ہوگے غالب تم ہی ہو گے

وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا:

یا موسیٰ انا لن ندخلھا ابداً ما داموا فیھا فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون[۱۲]

کہ اے موسیٰ جب تک دشمن شہر میں ہے وہ شہر میں کسی قیمت داخل نہیں ہوں گے۔ اس لیے تو خود اور تیرا رب تم دونوں جاؤ اور جنگ کرو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

اس کے برعکس آنحضورؐ کے صحابہ کرام نے بے سر و سامانی ، تعداد کی قلت ، اپنی بے بضاعتی ، معاشی خستگی ، سامان حرب کے فقدان اور حالات کے ناسماعد

ہونے کے باوجود آپ حضورؐ کے مشورہ طلب کرنے پر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم موسیٰؑ کی قوم کی طرح نہیں کہیں گے[۱۳] خدا کی قسم آپ فرمائیں گے تو ہم سمندر میں بھی کود پڑیں گے[۱۴] پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ کے سپاہیوں نے اس کو بھی سچ کر دکھایا اور

بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے[۱۵]

جب کہ حضرت عیسیٰؑ کے قریب ترین ساتھیوں نے آڑے وقت میں ان کے خلاف مخبری کی تو آپ کے صحابہ نے غزوۂ احد میں ایکبار شکست ہو جانے کے باوجود اور اس کے باوجود کہ آپ مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ دشمن کی پوری فوج کے درمیان گھر گئے تھے آپ کا نہایت بے جگری سے ساتھ دیا - ہر چند جنگ میں ہنگامی کیفیت ہوتی ہے - علاوہ ازیں دشمن نے مسلمان سپاہیوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے آپ کی شہادت کی خبر مشہور کر دی تھی ، اس کے باوجود عام مسلمان سپاہیوں نے میدان جنگ نہیں چھوڑا - حتیٰ کہ جو مدینہ میں متعین تھے وہ بھی میدان جنگ کی طرف بھاگ پڑے[۱۶]- جنگ حنین میں بھی اسی طرح کی صورت حال پیش آئی -[۱۷] یہ آپ کی معجزانہ تربیت کا کمال ہے - قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے :

ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک.[۱۸]

کہ اگر آپ تند خو سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے متفرق ہوگئے ہوتے -

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے[۱۹]

صلح حدیبیہ کا واقعہ جب پیش آیا اس وقت مسلمانوں میں مکمل خود اعتمادی پیدا ہو چکی تھی ، اب انہیں یقین ہو چکا تھا کہ کفار مکہ ہمت ہار چکے ہیں ، آنحضورؐ نے جن شرائط پر کفار سے صلح کی وہ ظاہری نظر میں مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں - پھر ابو جندل کا بیڑیاں پہنے مسلمانوں سے امان چاہنے کے لیے آنا اور آپ کا اسے کفار کو واپس کرنا - اس حالت کا گوارا کرنا صحابہ کی اطاعت شعاری کا سخت امتحان تھا - اس کے ساتھ یہ کہ اسے فتح مبین فرمایا گیا - یہ آپ حضورؐ کی تربیت کا اعجاز ہے کہ مسلمانوں نے آپ کے فیصلے کے خلاف کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا -[۲۰]

جب حضرت کعب بن مالک کو غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے کی پاداش میں معاشرتی بائیکاٹ کی ایسی ناقابل برداشت آزمائش سے گذرنا پڑا کہ

حتی اذا ضاقت علیھم الارض بمارحبت وضاقت علیھم انفسھم.[۲۱]

یہاں تک کہ زمین اپنی تمامتر وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور

حتیٰ کہ وہ اپنے اپ سے ہی تنگ آ گئے ۔

اس عالم میں ان کے پاس شاہ غسان کی طرف سے بڑی پیشکش آئی ۔ اخلاق تربیت کی پختگی دیکھیے کہ انھوں نے پاس ہی جلتے ہوئے بھاڑ میں اس کے خط کو جھونک دیا اور قاصد سے کہا تمھارے بادشاہ کی پیشکش کا یہ مناسب جواب ہے ۔[۲۲]

آنحضورؐ کے وصال کے فوراً بعد جو خلا پیدا ہوا اور حضرت ابوبکرؓ نے جس حوصلے ، دانائی اور استقلال کا ثبوت دیا وہ آپ کی تربیت کا اعجاز ہے مثال کے طور پر رومیوں اور ساسانیوں کی طرف ملنے والی سرحدوں پر حالات نہایت تشویشناک تھے اندرون ملک جھوٹے مدعیان نبوت ، مرتدین اور مانعین زکوۃ نے اودھم مچا رکھا تھا ، شرارتی عناصر انصار اور مہاجرین کے پرانے اختلافات کو ہوا دینے میں مصروف تھے ۔ اور پھر تمام ساتھیوں کے اصرار کے باوجود آپ نے اسامہ بن زید کی مہم کی روانگی کے متعلق آنحضورؐ کے فرمان میں کسی جزوی تبدیلی ، اس کی تعمیل میں تأخیر اور التوا یا اس کو منسوخ کرنے سے صاف انکار کر دیا[۲۳] اور کسی مصلحت کو توجہ میں لائے بغیر لشکر روانہ کر دیا ۔

یہ چند اشارات بطور 'مشتے نمونہ از خروارے' ہیں ورنہ :

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

ابوبکر و عمر اور عثمان و علیؓ عنہم سے لے کر کسی ادنیٰ صحابی تک سب کے سب آپ کے مثالی منہاج تربیت کے آئینہ دار ہیں جبھی تو آپ نے ارشاد فرمایا :

بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔[۲۴]

کہ جس کا بھی دامن تھام لو گے ، منزل مقصود تک رسائی یقینی ہے ۔

آپ حضورؐ کی بعثت بھی انسانوں پر لازوال احسان ہے ۔ ہمارا آپ کے دامن سے وابستہ ہونا بھی رب قدوس کا احسان ہے اور یہ بھی احسان ہے کہ آپ کی سیرت طیبہ کے تمامتر گوشے اور آپ کی تعلیمات کی تمام تفصیلات بتمام و کمال محفوظ ہیں ۔ اس لیے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہم ایسے اصول کی نشاندھی کر سکتے ہیں جو آپ کے تربیتی منہاج کو متعین کرتے ہیں ۔ ان میں سے چند اہم اصول درج ذیل ہیں :

۱۔ زاویۂ نگاہ :

ہمارے نبی کریمؐ نے ایک فرد کو معاشرے کا بہترین عنصر اور مفید رکن ثابت کرنے کے لیے فرد کی بحیثیت فرد تربیت کرنے کو بھی بنیادی اہمیت دی ہے ۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے فرد کو عقیدہ کے جامع نظام کے تحت یہ ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ انسان کی جد و جہد سے نفس عمل مطلوب نہیں

ہوتا ۔ انسانی اعمال و افعال کی بجا آوری اس لیے مطلوب ہوتی ہے کہ ان کی ایک خاص غرض و غایت ہے ۔ یہ غرض و غایت نہ تو مادی ہے اور نہ ہی ذاتی بلکہ ان سے ماوراء ایک اعلی و ارفع مطمح نظر ہے ۔ یہ مطمح نظر اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنا ہے ۔ انسانی تاریخ سے علی سبیل الاستقراء یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ایک انسان کا مقصد جوں جوں پست ہوتا جاتا ہے اس کا عمل دوسرے انسانوں کے لیے اور بالآخر خود اس کے لیے نقصان دہ اور مضر ہوتا جاتا ہے اس کے برخلاف جوں جوں اس کا مقصد بلند ہوتا جاتا ہے اس کے عمل کی افادیت بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ جب اس کا زاویہ نگاہ ، محض اطاعت رسولؐ اور رضا الٰہی رہ جاتا ہے تو اس کا عمل ذاتی تلویثات سے بلند ، پاکیزہ ، خالص ، متوازن ، معتدل اور سراسر مفید ہو جاتا ہے ۔ ایسے لوگوں کے مخلصانہ کاموں کی غرض و غایت قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے :

انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء و لا شکورا انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا۔[۲۵]

کہ ہم جو تم کو معاشی امداد دیتے ہیں اس کا مقصد محض اللہ کی رضا جوئی ہے ہمیں آپ لوگوں سے نہ تو کسی قسم کے بدلے کی طمع ہے اور نہ ہی شکریہ کی طلب ۔ ہم اپنے رب کی طرف سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بے حد اداس اور غم و غصے والا ہوگا ۔ ارشاد نبوی میں ہے :

انما الاعمال بالنیات و انما لامری ما نوی . . .[۲۶]

کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر انسان کو اس کی نیت ہی کا ثمر ملے گا ۔

یوں تو نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد اعمال کو اطاعت اور رضاء الٰہی کے زاویہ نگاہ سے کرنا ہے یہ اس حدیث کے بقیہ حصے سے بالکل واضح ہے ، ارشاد ہے :

فمن کانت ھجرتہ الی اللہ و رسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہ و من کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او
الی امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ ما ھاجر الیہ۔[۲۷]

کہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے اسی کی ہجرت سمجھی جائے گی جس نے اللہ اور اس کے رسول کے نقطہ نگاہ سے ہجرت کی ، جس کی ہجرت دنیوی مقاصد کے لیے ہے کہ انہیں حاصل کرے یا کسی عورت کے لیے ہے کہ اس سے شادی کرے تو اس کی ہجرت اس مقصد کے لیے ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی ۔

نیت کی اس تشریح کے مدنظر ایسے اعمال ہماری بحث سے خارج ہو جائیں گے جن کا ارتکاب واضح طور پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی ہے اور یہ کہ وہ

بالعیان معاشرتی نقصان کے لیے ہیں ۔ ان کے علاوہ کچھ ایسے اعمال ہیں جن کو شریعت نے ہی رواج دیا ہے ان کا مقصد متعین ہے ۔ اس سے انحراف 'اخلاق انحراف' ہے اور یہ ریا کاری ہے۔ ارشاد ہے :

(الف) ینفق ما لہ رئاء الناس۔[۲۸]

کہ اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لیے

(ب) ولا تکونو کالذین خرجوا من دیارھم بطرآ ورئاء الناس۔[۲۹]

کہ ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے لوگوں کو دکھانے کے لیے نکلے

(ج) و اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراء ون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا۔[۳۰]

کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بد دلی سے کھڑے ہوتے ، لوگوں کو دکھانے کے لیے ، اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا سا ۔

تیسری قسم کے ایسے اعمال ہیں جن کی حیثیت ، کرنے والے کا زاویہ نگاہ اور وہ مقصد اور غرض و غایت متعین کرتی ہے جو کرنے والے کے پیش نظر ہے ۔

زیر بحث 'حدیث نیت' میں ہجرت کی مثال دی گئی ہے ۔ ہجرت ایک عالمگیر عمل ہے ۔ جب سے انسان اس کرۂ ارضی پر آباد ہوا ہے ، اس کے بہت سے افراد ہر دور میں کسی نہ کسی مقصد کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے وطن میں جا کر بستے یا آباد ہوتے رہے ہیں ۔ ان میں سے بعض کا مطمح نظر دینی تھا اور بعض کا دنیوی ، مادی ، معاشی ، معاشرتی وغیرہ ، دنیوی اور دیگر اس قسم کے مقاصد کے لیے جو ہجرتیں کی گئیں وہ بھی بسا اوقات کسی فرد یا معاشرے کو نقصان پہنچانے کے لیے نہ تھیں بلکہ ان سے بھی اقوام عالم کو بہت سے معاشی ، معاشرتی ، اخلاقی ، ثقافتی ، تہذیبی اور تمدنی فوائد میسر آئے ۔ تاہم یہ اور اسی قسم کے اعمال انسانوں کے لیے یکسر اسی وقت مفید ہوتے ہیں جب ان کا مقصد صرف اور صرف رضاء الٰہی کی طلب اور اطاعت رسول کریمؐ ہو ۔ یہ زاویہ نگاہ عبادات میں تو متعین ہی ہے ۔ ان کے علاوہ واضح طور پر برائی کے کاموں کو چھوڑ کر تمام انسانی اعمال و افعال میں مقصود ہو سکتا ہے ۔ اور جب اس قسم کے اعمال بھی اسی زاویہ نگاہ سے سرانجام دے جائیں تو یہ خوش اخلاق اور عبادت بن جاتے ہیں ۔ مثال کے طور پر ہمارا ایک سرکاری ملازم ملازمت پر اس نیت سے جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں ، ہمارا ملک ایک اسلامی ملک ہے اللہ کی خوشنودی اور رسول اللہؐ کی اطاعت اسی میں ہے کہ ہم تندہی اور جانفشانی سے اس کی خدمت کریں ۔ وغیرہ وغیرہ تو ایسے شخص کا کام ملک و قوم کے لیے سراسر مفید ہوگا ۔ اس کو کوئی دیکھے یا نہ دیکھے وہ ظاہر اور چھپے ہر حالت میں اپنی دیانتداری اور

سمجھداری کو کام میں لا کر ملک و ملت کی خدمت کرے گا ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

الذی یوتی ماله ، یتزکی و مالاحد عنده من نعمة تجزیٰ الا ابتغاء وجه ربه الاعلی.[۳۱]

[جو دیتا ہے اپنا مال پاکیزگی کے لیے ورنہ اس پر کسی کا احسان نہیں ہے جس کا وہ بدلہ دینا چاہتا ہے ۔ اسے مقصود صرف اللہ کی خوشنودی ہے ، جو سب سے برتر ہے]

ایک اور آدمی ہے جو خالص دنیوی نگاہ سے کام کرتا ہے ۔ وہ یہ کہ وہ تنخواہ پاتا ہے اسے اس کے عوض خدمت سرانجام دینی چاہیے اور یہ کہ وہ اس کا اپنا ملک ہے ، اگر وہ کوشش کرے گا تو ملک خوش حال ہوگا ۔ اس سے خود اسے ، اس کی اولاد ، خویش و اقارب سب کو فائدہ ہوگا ۔ اس میں ایک حد تک ذاتی غرض شامل ہو جاتی ہے ۔ ایسے شخص میں وہ خلوص و محبت اور استقلال نہ ہوگا جو مثال کے طور پر ہم سیف اللہ خالد بن ولید میں دیکھتے ہیں کہ جب وہ جرنیل نہ رہے تو عام سپاہی کی طرح بھی انھوں نے اسی جذبے اور خلوص کے ساتھ خدمت کی جیسے پہلے کرتے تھے[۳۲] قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے :

من کان یریدالحیاۃ الدنیا و زینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لایبخسون.[۳۳]

[جن کو دنیا کی زندگی اور چمک دمک مطلوب ہے ، ہم انھیں اس دنیا میں ان کے اعمال کا پورا پورا معاوضہ دے دیں گے ۔ اور انھیں دنیاوی کوئی نقصان نہیں ہوگا]

ایک تیسرا آدمی ہے جو مثال کے طور پر محض اپنے افسر کو خوش کرنے کے لیے ڈیوٹی پر موجود ہے ۔ یہ بھی ایک حد تک کام کرے گا ۔ مگر جب اسے احساس ہوگا کہ افسر نے دیکھ لیا ہے ۔ یا یہ کہ اب مزید اس کے چیک کرنے کا امکان نہیں تو وہ کام چھوڑ دے گا ۔ یا کم از کم لا پرواہ ہو جائے گا ۔ یہ صورت اخلاقی معیار سے کمتر ہے بلکہ ایک طرح کی بد اخلاقی ہے ۔

ایک اس سے بھی بدتر صورت ہے ۔ جس میں کوئی بھلائی نہیں ہے ۔ یہ نہایت بد اخلاقی اور دھکتا ہوا جہنم ہے وہ یہ کہ انسان کسی ناجائز مفاد کی نیت سے ڈیوٹی پر موجود ہو ۔ آنحضور ؐ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا باندھنا کسی کے لیے اجر کا موجب ہے ، کسی کے لیے پردہ پوش اور کسی کے لیے گناہ ہے : اجر کا موجب اس کے لیے ہے جو خدا کی راہ میں اس کو باندھتا ہے ، تو اس کے چرنے اور پانی پینے کا بھی اس کو اجر ملتا ہے ۔ پردہ پوش اس کے لیے ہے جو ضرورت کے طور پر اس کو باندھتا ہے ۔ کہ خدا نے اس کو دولت دی ہے تو اس کو اپنی

ضرورت کی چیز دوسروں سے نہ مانگنی پڑے ، وہ رحم اور شفقت کے ساتھ اس سے کام لیتا ہے اور اس کا حق ادا کرتا ہے اور گناہ اس کے لیے ہے جو فخر و نمائش کے لیے باندھتا ہے ۔[۳٤]

اس طرح نیت کی تین حالتیں ہو جائیں گی ۔

اول یہ کہ عمل ہے مگر کوئی زاویہ نگاہ ہی نہیں ۔ یہ تو اخلاقی دیوالیہ پن کی حالت ہے ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لايفقهون بها
ولهم اعين لايبصرون بها ولهم آذان لايسمعون بها اولئک كالانعام
بل هم اضل اولئک هم الغافلون.[۳۵]

[اور ہم نے دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں بہت سے جن اور انسان ، ان کے دل ہیں مگر ان سے سمجھتے نہیں ، آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں ۔ ان کے کان ہیں ان سے سنتے نہیں ، یہ لوگ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ، یہی لوگ غفلت شعار ہیں ۔

دوم یہ کہ عمل بھی ہے اور نیت بھی ، مگر نیت میں فتور ہے ۔ اس کی کئی صورتیں ہیں (الف) ریا ، یعنی نیتہ ارضاء الناس کہ کسی عمل کو محض لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرنا ۔ اس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ۔

(ب) اضرار ، یعنی ایک ایسا عمل جو ظاہراً اچھائی کے لیے ہو مگر تہہ میں کوئی نقصان کی نیت رکھنا ، قرآن مجید میں ارشاد ہے :

ولا يحيق المكر السيء الا باهله.[۳٦]

کہ بری چال الٹ کر بری چال کرنے والے پر پڑتی ہے ۔

ایک ضرب المثل ہے : چاہ کن را چاہ در پیش ، مسجد ضرار کے واقعہ کے ضمن میں قرآن مجید کا ارشاد ہے :

والذين اتخذوا مسجداً ضراراً وكفراً وتفريقا بين المؤمنين وار صادا لمن
حارب الله و رسوله، من قبل وليحلفن ان اردنا الا الحسنىٰ والله يشهد
انهم لكاذبون.[۳۷]

اور جنہوں نے ایک مسجد بنائی ضد کی بنا پر ، کفر کی غرض سے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے ۔ اور اس شخص کے گھات لگانے کے لیے جو پہلے سے ہی اللہ اور اس کے رسول سے برسر پیکار ہے ۔ اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمیں تو صرف بھلائی مطلوب تھی ۔ اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ۔

(ج) اپنے فرائض کی ادائیگی سے جی چرانا ، تھرب من الواجب ، زکوۃ اور

حکومت کو ادا کیے جانے والے واجبات کی ادائیگی کے سلسلے میں آنحضورؐ کا ایک فرمان ہے :

لایجمع بین متفرق ولا یفرق بین مجتمع خشیة الصدقة۔[۳۸]

[کہ زکواۃ کے ڈر سے ایسے مال کو جدا جدا مت کیا جائے جو اکٹھا ہے یا ایسے مال کو اکٹھا مت کیا جائے جو جدا جدا ہے] ۔

(د) ناجائز مفاد حاصل کرنے کا ارادہ رکھنا ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ، الا ان تکون تجارة عن تراض منکم۔[۳۹]

اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے]

یتیم کے مال کے متعلق ہدایات کے ضمن میں ارشاد ہے :

ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم۔[۴۰]

[کہ ان کے مال اپنے مال سے مشترک کرکے کھانے کی صورت مت بناؤ] ۔

روزے کے احکامات کے ضمن میں ارشاد ہے :

و تدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم۔[۴۱]

[اور ان کو حاکموں تک اس لیے مت پہنچاؤ کہ اس طرح ان کے مال کا ایک حصہ گناہگاری کے ذریعے کھا جاؤ] ۔

خاوند کے حق میں بیوی کے حق المہر کا کچھ حصہ یا پورے کا پورا چھوڑ دینے کے سلسلے میں ارشاد ہے :

فان طبن لکم عن شی منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا۔[۴۲]

[کہ اگر وہ از خود اپنے دل کی خوشی سے کوئی چیز چھوڑ دیں (یا دیدیں) تو اسے کھاؤ خوشی سے اور اس سے تمہاری صحت پر بھی اچھا اثر ہوگا] ۔

یہود کے ایک حیلے کا ذکر کرتے ہوئے آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا :

قاتل اللہ الیھود ، لما حرم اللہ علیھم شحومھا ، حملوہ ثم باعوہ ، فاکلوہ۔[۴۳]

[کہ اللہ کی پھٹکار یہود پر پڑے ، جب اللہ نے ان پر چربی حرام فرمائی تو وہ اسے پگھلا لیتے پھر اسے بیچ دیتے ، اس طرح اسے کھا لیتے] ۔

یوں بھی ارشاد فرمایا :

الدین النصیحة للہ و لرسولہ ولائمة المسلمین و عامتھم۔[۴۴]

[کہ دین خیرخواہی کا نام ہے : اللہ کی ، رسول اللہ کی ، مسلمان حاکموں کی اور عام مسلمانوں کی]

سوم یہ کہ عمل بھی ہو اور نیت بھی سچی اور مخلصانہ ہو ۔ یہ خوش اخلاقی اور اخلاق کاملہ کا درجہ ہے :

بخاری اور مسلم میں ہے کہ ابو موسی اشعری ذکر کرتے ہیں :

ان رجلا اعرابیا اتی النبیؐ فقال : یا رسول اللہ ، الرجل یقاتل للمغنم ، والرجل یقاتل لیذکر ، والرجل یقاتل لیریٰ مکانہ ، فمن فی سبیل اللہ؟ فقال رسول اللہؐ من قاتل لتکون کلمۃ اللہ اعلی فھو فی سبیل اللہ۔[۴۵]

[ایک اعرابی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! ایک انسان غنیمت کے لیے جنگ میں شامل ہوتا ہے ۔ ایک انسان شہرت کے لیے ، ایک انسان اپنی بہادری کا سکہ بٹھانے کے لیے ان میں سے کون اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے آپ حضورؐ نے فرمایا جو اس لیے جہاد کرتا ہے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہ جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے ۔

نسائی نے ابو امامہ الباھلی سے روایت درج کی ہے :

جاء رجل الی النبیؐ فقال ارأیت رجلا غزا یلتمس الاجر والذکرمالہ فقالؐ مالہ شیٔ ، ثم قال ان اللہ لایقبل من العمل الا ماکان لہ خالصاً ، و ابتغی بہ وجھہ۔[۴۶]

[ایک شخص آنحضورؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ ایسے شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جس نے اجرت کے لیے غزوہ میں شمولیت کی یا نام و نمود کے لیے ، آنحضورؐ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو کچھ نہیں ملے گا ۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ صرف اس عمل کو قبول کرتا ہے جو خالص ہو ۔ اور اس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو ۔

ایک حدیث قدسی میں یوں وارد ہوا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں :

انا اغنی الشرکاء عن الشرک ، من عمل عملاً اشرک فیہ معی غیری ترکتہ و شرکہ۔[۴۷]

[کہ جن کو میرے ساتھ شریک ٹھہرایا جاتا ہے میں ان سے بے نیاز ہوں جو شخص کوئی کام کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہے ۔ تو میں اسے بھی اور اس کے شرک کو بھی نظر انداز کر دیتا ہوں] ۔

ایک شخص نے یوں عرض کی :

یا رسول اللہ اسرالعمل ، لا احب ان یطلع علیہ احد ، فیطلع علیہ فیسرنی ذلک۔[۴۸]

[کہ میں چھپا کر نیک عمل کرتا ہوں ، میں پسند نہیں کرتا کہ کسی کو اس کی اطلاع ہو ، کچھ دیر بعد اس کا پتہ چل جاتا ہے ۔ اسپر بھی مجھے مسرت ہوتی ہے ۔

تو آنحضورؐ نے اس کے متعلق فرمایا :

لہٗ اجران ، اجرالسر و اجرالعلانیہ۔[49]

[اس کو دوہرا اجر ملے گا ، چھپا کر کام کرنے کا بھی - اور اس کے علانیہ طور پر سامنے آ جانے کا بھی - یہ زاویۂ نگاہ انبیاء کرام[4] کے منہاج تربیت اخلاق کا اولین اصول ہے - اسلام کا نظام عقیدہ اس کو مستحکم کرتا ہے اور پختگی دیتا ہے -

ارشاد نبوی یوں ہے :

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا۔[50]

اس شخص کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کے اخلاق عمدہ ہیں -

قرآن مجید میں ارشاد ہے :

قد افلح المومنون ، الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون والذین ھم من اللغو معرضون والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون والذین ھم لفروجھم حافظون الاعلی ازواجھم او ، ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین (آلایہ)[51]

[کہ کامیاب ہو گئے ایسے ایمان والے جو اپنی نماز میں عاجزی اختیار کرتے ہیں ، جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے . . . جو اپنی امانتوں کا اور اپنے قول و اقرار کا پاس رکھتے ہیں - جو اپنی نماز کا خیال رکھتے ہیں الخ -

۲- وجوب :

زاویہ نگاہ کی صحت کے بعد ایک ایسی سیرت میں جو 'معلم اخلاق' ہے وجوب اخلاق ایک بنیادی قاعدہ اور اساسی فکر کی حیثیت رکھتا ہے - اخلاقی نظام تمامتر اس کے ارد گرد گھومتا ہے اور اس کے لیے محور اور مدار کا کام دیتا ہے - ہر چند شرعی وجوب کے ذرائع قرآن مجید ، احادیث طیبہ ، اجماع اور قیاس ہیں ، یہ تو ایسے ذرائع ہیں جن سے وجوب کا علم ہوتا ہے - ایک معلم اخلاق کے سامنے وجوب کا علم دینے کے ساتھ انسانی طبیعت اور اس کے ضمیر کو تعمیل کا خوگر بھی بنانا ہے - انسانی نفس امارہ[52] ہے اس کو لوامہ[53] اور مطمئنہ بنانا ہے - تا کہ وہ نہ تو اپنی خواہشات کا تابعدار بنے اور نہ ہی ان اسلاف کا جو خود ہدایت پر نہ تھے ، ارشاد ہے :

ولا تتبع الھوی فیضلک۔[55]

مائدہ میں ارشاد ہے :

فلاتتبعو الھویٰ ان تعدلوا۔[56]

زخرف میں اسلاف کی اندھی تقلید کا یوں ذکر ہے :

بل قالوا انا وجدنا آباء نا علی امة ، و انا علی اثارہم مقتدون.[۵۷]

[(جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کس کتاب ہدایت کے پیروکار ہو) تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایک راہ پر پایا ، ہم تو صرف انہیں کے نقش قدم پر چلیں گے] ۔

بقرہ میں ارشاد ہے :

و اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ ، قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ آباء نا ، او لوکان آباء ھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون.[۵۸]

[جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی تابعداری کرو جو اللہ نے نازل فرمایا تو وہ کہتے ہیں اس راہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے ۔ کیا اس صورت میں بھی جب ان کے باپ دادا نہ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہی راہ راست پر ہوں؟

یہ سب وہ صورتیں ہیں جب انسان کے دل میں خوف جاگزیں نہیں ہوتا ۔ مگر جب اخلاق تربیت سے یہ بات پیدا ہو جائے تو پھر انسانی طبیعت ، اس کے دل ، اور اس کے باطن کی کیفیت یہ ہوتی ہے ، ارشاد نبوی ہے :

اذا اراد اللہ بعبد خیراً جعل لہ ، و اعظا من نفسہ یامرہ وینھاہ.[۵۹]

[کہ جب اللہ اپنے کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کا ضمیر اسے راہ راست کی تلقین کرنے لگتا ہے ۔ وہ اسے اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور برائی سے باز رکھتا ہے] ۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے :

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنة ھی الماوی.[۶۰]

[بہرحال جو کوئی اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور اس نے اپنے آپ کو خواہشات سے روکا ہوگا تو ایسے کا ٹھکانا جنت ہے جب انسان کو یہ مقام میسر آتا ہے تو اسے تزکیہ کی ایک کیفیت نصیب ہوتی ہے ۔ اس کے باطن میں ایک نور اور جلاء پیدا ہوتا ہے ۔ انسانوں میں اپنی تعلیمات اور تنویرات سے تزکیہ کی یہ کیفیت پیدا کرنا معلم اخلاق کی صفت اور ان کا امتیاز ہے ۔

حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کرتے ہوئے ہو رب قدوس سے آپ حضورؐ کی بعثت کے متعلق دعا کی :

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم.[۶۱]

[اے ہمارے پروردگار! بھیج ان میں انھیں میں سے ایک رسول جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے ، اور ان کو کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو نکھار دے ، تو زبردست حکمت والا ہے] -

۳- تزکیہ :

تزکیہ کے معنی ہیں سنوارنا ، صاف ستھرا کرنا ، پاکیزگی دینا ، جلا بخشنا ، نکھارنا ، میل کچیل دھو دینا ، وغیرہ وغیرہ ، قرآن مجید میں انھیں معنوں میں یہ لفظ مختلف شکلوں میں تقریباً ۵۹ مرتبہ آیا ہے -[۶۲]

ان میں سے سورۂ النجم میں ارشاد ہے :

فلا تزکوا انفسکم ھوا علم بمن اتقی -[۶۳]

کہ اپنے کردار کی پاکیزگی کو زیادہ بیان مت کرو ، خدا کو بہتر طور پر معلوم ہے جن لوگوں نے تقوی اختیار کیا ہے -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تزکیہ انسانی نفسیات کی ان کیفیات اور صلاحیتوں کا نام ہے جو تقویٰ کے اعمال کے سبب پیدا ہوتی ہیں - دیگر بہت سی آیات پر غور کرنے سے جن میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے[۶۴] اس خیال کی توثیق ہوتی ہے - یہ ایک ایسی حالت ہے جس میں خوش اخلاق ، انسان دوستی ، اور معاشرتی فلاح و بہبود کے کاموں کی طرف ایک انسان خود بخود راغب ہوتا ہے - انسانوں کو مستقل طور پر نیکی سے وابستہ کرنا اور برائی سے باز رہنے کا خوگر بنانا اس کے بغیر ممکن نہیں ، رسول کریمؐ کے صحابہ کی قلبی کیفیات کا قرآن مجید یوں ذکر کرتا ہے :

و لکن اللہ حبب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان -[۶۵]

کہ لیکن اللہ تعالی نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی حتی کہ اس کو تم اپنے دل میں بہت حسین اور دلکش سمجھنے لگے ، اور تمہارے دل میں کفر ، گناہگاری اور نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی -

ہمارے نبی اکرمؐ اور دیگر انبیاءؑ نے انسان میں یہ اندرونی تبدیلی پیدا کرنے کے لیے عبادات کا نظام پیش کیا - تاریخ بتاتی ہے کہ یہ منہاج ہر دور میں بیحد کامیاب ثابت ہوا - ورنہ محض قانونی شکنجے اور اس کی اندھی سخت گرفت انسان کو فرار کی راہ تلاش کرنے پر مجبور کر سکتی ہے ، ان کو خدا ترس ، فرشتہ صفت اور نیک خصال بنانے میں اس طرح عاجز ہے جیسے آنکھوں کو چھوڑ کر کانوں سے دیکھنے کی کوشش کرنا یا کانوں کو بند کر کے آنکھوں سے سننے کی جد و جہد کرنا -

نماز کو لیجیے ، ارشاد ہے :

ان الصلوٰة تنھی عن الفحشاء و المنکر و لذکر اللہ اکبر ۔[۶۶]

کہ بیشک نماز بیحیائی اور بری بات سے روکتی ہے ، اور اللہ کا ذکر سب سے بڑھ کر ہے ۔

اس آیت مبارکہ میں انسانی کردار کی تشکیل اور اس کی تطہیر میں ذکر اللہ کو بہت مؤثر قرار دیا گیا ہے ۔ نماز میں ذکر اللہ کی کیفیات نہایت کامل ہیں اس کے اذکار سے انسانی دل و دماغ پر اللہ عز اسمہ کی عظمت ، کبریائی ، توحید اور ربوبیت کا بہت گہرا نقش بیٹھتا ہے ۔ مثال کے طور پر ربوبیت کے تصور کو لیجیے نماز کے چار ارکان : قیام ، رکوع ، سجود اور قعدہ میں اس بات کو خوب ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ ہمارا پروردگار اور ہمارا کارساز رب قدوس ہے ۔ وہی ہمیں ادنی سے ادنی حالت سے لے کر اعلی سے اعلی حالت تک اور ترقی کے بلند تر مقام تک لے جاتا ہے اور یہ بات اس نے اپنے ذمے فرض کر لی ہے اور یہ کہ اس کے علاوہ اور کوئی بھی اس کام کو نہیں کر سکتا ۔ قیام میں سورۂ فاتحہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس کا پہلا جملہ یوں ہے الحمد للہ رب العالمین (کہ سب تعریف اللہ ہی کو زیبا ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) رکوع میں کم از کم تین مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے : سبحان ربی العظیم (کہ میرا عظمت والا پروردگار ہر قسم کے عیب اور کمزوری سے پاک ہے) ہر سجدے میں پھر تین مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے : سبحان ربی العظیم (کہ میرا پروردگار جو سب سے بلند اور برتر ہے ہر کمزوری اور عیب سے پاک ہے) قعدے میں یہ دعا ہوتی ہے : ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار[۶۷]) کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا کی زندگی میں بھی حسن و خوبی اور بہتری نصیب فرما اور آخرت میں بھی بہتری نصیب فرما ، اور ہمیں عذاب نار سے محفوظ رکھ ۔

روزے کی حکمت بیان کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے : لعلکم تتقون (تاکہ تم تقویٰ کے خوگر ہو جاؤ) آنحضور ؐ نے ارشاد فرمایا :

من لم یدع قول الزور و العمل به فلیس له حاجة الی ان یدع طعامه و شرابه[۶۸]

یعنی جس نے قول اور فعل میں حق سے انحراف کو نہیں چھوڑا تو اللہ کو اس کا کھانا ، پینا چھوڑنے کی ضرورت نہیں ۔

حج کے باب میں ارشاد ہے :

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ۔[۶۹]

کہ حج کے دوران عورت سے بیحجاب ہونا جائز نہیں ، اور نہ گناہ کرنا اور نہ ہی جھگڑا کرنا ۔

زکوٰۃ و صدقات کے متعلق ارشاد ہے :

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزکیهم بها و صل علیهم ۔۷۰

کہ ان کے مال میں سے زکواۃ لیجیے تاکہ اس سے آپ ان کو پاک کریں اور جلا بخشیں اور ان کو دعا دیجیے ۔ ۔ ۔

نبوی منہاج تربیت میں تزکیہ اور تحلیہ یعنی سنوارنا اور حسن اخلاق کے زیور سے آراستہ کرنا دونوں بیک وقت ایک ساتھ کام کرتے رہتے ہیں ۔ اخلاق تزکیہ کے عمل کو تیز تر اور مؤثر بنانے کے لیے نبوت ان کو باہمی احسان اور ایثار و قربانی کا خوگر بناتی ہے ۔ جن لوگوں نے آپ نبی اکرمؐ سے براہ راست فیض تربیت پایا ان کی کیفیات کو قرآن مجید یوں بیان فرماتا ہے :

و الذین تبوءوا الدار و الایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما او توا یؤثرون علی انفسهم و لوکان بهم خصاصه ۔۷۱

اور جن لوگوں نے پہلے سے مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار کی ہوئی ہے اور اللہ نے ان کو ایمان میں بھی استقامت بخشی ہے وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو وطن چھوڑ کر ان کے پاس آتے ہیں ، اور جو کچھ بھی ان کو دیا جائے ان کے دل میں اس سے تنگی نہیں ہوتی ، اور یہ لوگ انھیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں (یا یہ کہ اپنے آپ سے بھی ترجیح دیتے ہیں) اگرچہ انھیں سخت ضرورت ہی کیوں نہ ہو ۔

۴۔ حکمت :

نبوی منہاج تربیت کا ایک اہم اصول حکمت ہے ۔ حکمت کے معنی ہیں سوجھ بوجھ ، دانائی ، معاملہ فہمی ، حکمت عملی وغیرہ ۔ یہ لفظ اپنے مادہ کے اعتبار سے مختلف شکلوں قرآن مجید کے اندر تقریباً ۲۰۶ مرتبہ آیا ہے ۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ اخلاقی تربیت میں حکمت عملی اختیار کرنا ، معاملہ فہمی کو ملحوظ رکھنا اور دانائی سے کام لینا قرآنی نقطۂ نگاہ سے کس قدر اہم ہے ۔

ارشاد ہے :

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔۷۲

کہ بلائیے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت عملی سے اور بہتر نصیحت سے ۔

آنحضورؐ سے پہلے جو معلم اخلاق گذرے ہیں ان میں حضرت لقمان کو بھی قرآن مجید نے نہایت نمایاں طور پر بیان کیا ہے ۔ اس ضمن میں ارشاد ہے :

و لقد اتینا لقمان الحکمة ان اشکر للّٰہ ۔۷۳

کہ ہم نے (حضرت) لقمان کو دانائی اور حکمت کی نعمت سے سرفراز فرمایا کہ اللہ کا شکریہ ادا کیجیے ۔

سابقہ آیت مبارکہ میں حکمت کے ساتھ 'موعظہ حسنہ' کا ذکر اور اس آیت میں حکمت کے ساتھ 'شکر' کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تربیت اخلاق میں حکمت عملی کا تقاضا ہے کہ انذار و تبشیر سے بھی کام لیا جائے اور دونوں کا نہایت مناسب امتزاج ہو۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اکثر موقعوں پر جہاں بھی بشیر کا لفظ یا تبشیر کا لفظ (کسی شکل میں) اخلاق ترتیب کے سیاق و سباق میں استعمال ہوا ہے وہاں نذیر کا لفظ بھی کسی نہ کسی شکل میں ساتھ ہی استعمال ہوا ہے۔[۷۴]

انذار و تبشیر کی ایک اہم صورت جو نبوی منہاج تربیت کا جز ہے، وہ ہے تذکیر بآلاء اللہ اور تذکیر با یام اللہ[۷۵] یعنی یہ کہ تاریخ کے گذشتہ ادوار میں جن افراد یا اقوام نے عمدہ اخلاق اپنائے تھے اور اس کے نتیجے میں ان کو اس دنیا میں دنیوی، دینی فوائد حاصل ہوئے اور آخرت میں بھی وہ اللہ کے رضامندی کی مستحق ہوں گے ان کا ذکر کر کے اچھے اخلاق کی ترغیب دی جائے، ارشاد ہے:

فاذکروا آلاء اللہ لعلکم تفلحون۔[۷۶]

کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کو فلاح و کامرانی نصیب ہو۔

اسی طرح ارشاد ہے:

فاذکروا آلاء اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔[۷۷]

کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔

جزاء و سزا کا تصور بھی اسی سے متعلق ہے۔ خوش اخلاق پر اللہ کی طرف سے اچھا بدلہ جزاء ہے اور بد اخلاق پر برے عواقب سزا ہے۔ اسی طرح خوش اخلاق کے عمل کے بعد اس بات کا احساس کرنا کہ کیا یہ عمل اس کیفیت اور معیار کا ہے جو اللہ کو مطلوب ہے؟ اس میں خوف اور رجاء کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ رحمۃ للعالمین ہے کہ جزاء و سزاء اور امید و بیم کے ساتھ استغفار اور توبہ کا تصور بھی دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

> الدواوین عند اللہ عز و جل ثلاثۃ: دیوان لا یعبأ اللہ بہ شیئاً، و دیوان لا یترک اللہ منہ شیئاً، و دیوان لا یغفرہ اللہ، فاما الدیوان الذی لا یغفرہ اللہ فالشرک باللہ، قال اللہ عز و جل: (و من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ). و اما الدیوان الذی لا یعبأ اللہ بہ شیئاً فظلم العبد نفسہ، فیما بینہ، و بین ربہ، من صوم یوم ترکہ، اوصلوٰۃ ترکھا، فان اللہ عز و جل یغفر ذلک و یتجاوز ان شاء، و اما الدیوان الذی لا یترک اللہ منہ شیئاً فظلم العبد بعضھم بعضاً، القصاص لا محالۃ۔[۷۸]

یہ کہ اللہ کے ہاں تین قسم کے نامۂ اعمال ہیں: ایک قسم نامۂ اعمال میں

سے ایسے اعمال کا اندراج ہے جس کی اللہ تعالی بالکل پرواہ نہیں کرتا، دوسری قسم کے نامۂ اعمال میں ایسے اعمال جن میں سے کوئی بھی اللہ رائیگاں نہیں چھوڑتا ، تیسری قسم کے نامۂ اعمال میں ایسے اعمال مندرج ہیں جن میں اللہ نہیں بخشتا ۔ وہ رجسٹر جس کے اعمال کو اللہ نہیں بخشتا وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے، اللہ عز و جل فرماتا ہے : جو بھی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے ، اور وہ رجسٹر جس کے اعمال کی اللہ پرواہ نہیں کرتا ، وہ بندے کا ایسے معاملات میں اپنے اوپر ظلم کرنا ہے جو اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان ہیں مثال کے طور پر وہ ایک دن کا روزہ چھوڑ دیتا ہے یا ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا ، تو اللہ عز و جل ان کو معاف فرما دیتا اور اگر چاہے تو درگذر کرتا ہے ، ہر وہ رجسٹر جس کے اعمال رائیگاں نہیں جانے دیتا وہ بندوں کا آپس کے حقوق تلف کرنا ، ان کا بدلہ لازمی ہے ۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے :

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمة اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمعیاً ۔[۷۹]

کہ اے میرے بندو ! جنھوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے، اللہ کی مہربانی سے امید مت توڑو ، اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے ۔

ایک حدیث قدسی ہے ، آنحضورؐ نے فرمایا :

قال ابلیس : ای رب ، لا ازال اغوی بنی آدم ما دامت ارواحھم فی اجسادھم قال : فقال الرب عزوجل: لا ازال اغفرلھم ما استغفرونی ۔[۸۰]

کہ ابلیس نے کہا اے رب قدوس جب تک اولاد آدم کی روحیں ان کے جسم میں ہیں میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا ، آپ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جواب دیا کہ میں بھی ان کو بخشتا رہوں گا جب تک وہ بخشش طلب کرتے رہیں گے ۔

اخلاق ایک اعتبار سے حقوق العباد ہی ہیں ۔ اس سلسلے میں آنحضورؐ کا ارشاد ہے :

اتدرون ما المفلس ؟ قالوا : المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع ، فقال : ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامة بصلاة و صیام وزکوة، و یاتی قد شتم ھذا ، و قذف ھذا ، و ، و اکل مال ھذا ، و سفک دم ھذا ، و ضرب ھذا ، فیعطی ھذا من حسناتہ ، و ھذا من حسناتہ ، فان فنیت حسناتہ ، قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاھم ، فطرحت علیہ ، ثم طرح فی النار ۔[۸۱]

کہ آپ حضور ؐ نے پوچھا کہ مفلس کون ہے ؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے درہم و دینار بھی نہ ہو اور مال و متاع بھی نہ ہو ، اس پر آپ حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت کا مفلس وہ جو قیامت کے روز جب آئے گا تو اس کے پاس نمازیں ، روزے اور زکواۃ جیسے اعمال ہوں گے ، مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی ، کسی پر اتہام طرازی کی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا ، کسی کو زد و کوب کیا ہوگا ، تو اس کی کچھ نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی ، اور کچھ اس کو حتیٰ کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور اس پر مطالبات باقی ہوں گے ، تو لوگوں کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی ، اس طرح وہ شخص جو بظاہر جنت کا مستحق تھا ، دوزخ کا ایندھن بن جائے گا -

حکمت اور تربیت اخلاق میں دانائی سے کام لینے کے سلسلے میں اہم پہلو تیسیر ہے ، اور توسط و اعتدال سے اس کا تعلق معلمین اخلاق سے بھی ہے کہ وہ اخلاقی تعلیمات کی ایسی تشریح پیش کریں جس میں آسانی ، سہولت ، برکت اور بشارت کا پہلو موجود ہو - اسی طرح دین میں غلو ، تشدد ، سختی سے بچیں اور میانہ روی سے کام لیں - اسی طرح اس کا تعلق خود صاحب خلق سے بھی ہے کہ اخلاقی اقدار پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اخلاق کے ان پہلوؤں کو خصوصی طور پر مدنظر رکھے -

قرآن مجید میں ارشاد ہے :

یرید اللہ بکم الیسر ولا یریدبکم العسر -۸۲

کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر آسانی کرنا چاہتا ہے - آپ پر سختی نہیں کرنا چاہتا -

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے :

(الف) خیر الامور اوسطھا -۸۳

کہ بہتر معاملات وہ ہیں جن میں توسط اور اعتدال مدنظر ہو -

(ب) ان اللہ ارسلنی مبلغا و لم یرسلنی متعنتا -۸٤

کہ اللہ تعالیٰ مجھے مبلغ بنا کر بھیجا لوگوں پر سختی کرنے کے لیے نہیں -

(ج) ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا وبشروا -۸۵

کہ جو شخص دین میں شدت سے کام لیتا ہے تو دین کی ادائیگی اس پر گراں ہو جاتی ہے تو میانہ روی سے کام لو یا قریب رہو اور بشارت سناؤ -

(د) یا عائشہؓ علیک بتقوی اللہ و الرفق فان الرفق لم یکن فی شیء قط

الازانه ولا نزع من شیء الا شانه ۔[۸٦]

آپ حضورؐ نے ایک موقعہ پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا : اے عائشہ ! اللہ کا ڈر اور نرمی لازمی ہیں ، کیونکہ جس چیز میں نرمی ہوئی اس میں حسن و خوبی کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے ، اور جس چیز میں نہیں ہوتی وہ عیب ناک ہو جاتی ہے ۔

تربیت اخلاق کے سلسلے میں نبوی منہاج کا ایک اہم حصہ یہ بھی ہے کہ مثالی کردار کی اقتداء کی جائے ، قرآن مجید اسے اسوۂ حسنہ بھی کہتا ہے ۔ اس طرح انسان کو حوصلہ نصیب ہوتا ہے ۔ وہ یقین و اعتماد سے کام کرتا ہے ۔ قرآن کی پہلی سورت سورۂ فاتحہ میں ارشاد ہے :

اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیھم غیرالمغضوب علیھم ولا الضالین.[۸۷]

[کہ اے اللہ بتلا ہم کو سیدھی راہ ، راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا ، جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے]

حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ارشاد ہے :

لقد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معه.[۸۸]

[کہ تمہارے لیے حضرت ابراہیم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اور ان لوگوں کی زندگی میں بھی جو آپ کے اصحاب تھے]

خاتم النبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰؐ کی سیرت طیبہ کے حوالے سے ارشاد ہے :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجواللہ والیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا.[۸۹]

[کہ رسول اللہؐ ، کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے ، ہر اس شخص کے لیے جسے اللہ کی رضا مندی اور آخرت کی کامیابی مطلوب ہے ۔ اور اسے ذکر الٰہی سے شغف ہے ۔

نبوی منہاج تربیت میں اس بات کو بہت اہمیت حاصل ہے کہ قول و فعل کی یکسانیت ہو نہ صرف زیر تربیت افراد میں بلکہ معلم اخلاق جو کچھ کہے سب سے پہلے اس پر خود عمل کرکے دکھائے۔ انبیاء تو سب کے سب اس معیار پر پورے اترتے تھے آنحضورؐ کو شرف حاصل ہوا کہ آپ بعثت سے پہلے ہی پورے عرب میں الصادق ، الامین کے لقب سے پکارے جاتے تھے ، قرآن مجید نے آپ کی زبانی آپ کی نبوت کی ایک اہم دلیل عرب کے اس تاریک تر ماحول میں آپ کے اخلاق کی درخشاں اور روشن تر مثال کو قرار دیا ہے ارشاد ہے :

فقد بعثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون.[۹۰]

[کہ میں تم میں اس سے قبل ایک زندگی گذار چکا ہوں ، کیا تم عقل و آگہی سے کام نہیں لیتے]

ارشاد ہے :

انک لعلی خلق عظیم.[۹۱]

[کہ بلاشبہ آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں]

انبیاء کے علاوہ بھی کچھ لوگوں نے معلم اخلاق ہونے کا دعویٰ کیا ، ہر چند ان حکماء اور فلسفیوں کی سخن طرازی اور نکتہ پروری سے ایک دنیا محو حیرت تھی مگر ان کی عملی زندگی ایک معمولی بازاری انسان سے ذرہ بھر بلند نہ تھی ۔ لوگوں کو روشنی سے متعارف کرنے کے دعویدار خود زندگی بھر اخلاقی آوارگی کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھٹکتے رہے ۔ اس بات نے ان کے اعمال ان کے اقوال کو بے اثر کر کے رکھ دیا قرآن مجید میں ارشاد ہے :

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون.[۹۲]

[کیا تم لوگوں کو نیک عملی اور خوش اخلاقی کی تلقین کرتے ہو ، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو ، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو ۔ کتاب سے مراد کوئی ایسی کتاب ہے جو کسی نبی پر اتری ہے ۔ مقصود یہ ہے کہ آسمانی ہدایت سے وابستگی کے بعد یہ کیفیت خصوصی طور پر افسوسناک ہے ۔

۵۔ موعظت :

قرآن مجید نے تربیت اخلاق کے نبوی منہاج کی تشریح کرتے ہوئے ایک اصول 'الموعظہ الحسنہ' بتایا ہے ۔ صرف الموعظۃ استعمال نہیں فرمایا ۔ یہ ایک حکمت کے پیش نظر ہے ۔ موعظمت کا مادہ عربی زبان میں وعظ ہے ۔ . . . وعظ کے عام معنیٰ نصیحت و خیرخواہی کے ہیں یعنی کسی کو غلطیوں ، غلط کاریوں ، بداخلاقیوں ، بے قاعدگیوں اور بے اعتدالیوں کے برے انجام سے ڈرانا ، لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات ڈرانے والے خود بھی ڈراؤنے بن جاتے ہیں۔ اسی لیے الموعظۃ الحسنہ فرمایا ۔ تعلیم اخلاق کے کام میں معلم اخلاق کو سختیوں سے واسطہ پڑتا ہے لیکن وہ صبر و استقلال ، عالی حوصلگی ، وسیع الظرفی اور اخلاقی بلندی سے ان سب باتوں کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے اور اپنا فریضہ نہایت خوش اسلوبی اور محبت و خلوص سے ادا کرتا رہتا ہے ۔ ارشاد ہے :

ولمن صبر و غفر ان ذلک لمن عزم الامور.[۹۳]

[کہ جو صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں ، بے شک یہ بہت بڑے عزم و استقلال کا کام ہے]

سورۂ قصص میں ارشاد ہے :

اولئک یوتون اجرھم مرتین بما صبروا ویدرأون بالحسنة السیئة.۹۴

[یہ لوگ اپنا ثواب دہرا پائیں گے اس بات پر کہ انہوں صبر و استقلال سے کام لیا اور یہ کہ وہ برائی کے جواب میں بھی بھلائی کرتے ہیں]

موعظت میں دل کی ایسی کیفیت کی بے حد ضرورت ہے جس میں شفقت موجزن ہو ، ورنہ بسا اوقات موعظت کے اثرات منفی بھی ہو جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو نصیحت فرماتے ہوئے خیرخواہانہ انداز کو سیاق و سباق میں سمو دیا ہے ۔

سورۂ نساء میں ارشاد ہے :

ان اللہ نعما یعظکم بہ.۹۵

[کہ وہ بات کتنی عمدہ ہے جس کی نصیحت اللہ تمہیں کرتا ہے یا یہ کہ وہ انداز کتنا پیارا ہے جس انداز سے اللہ نصحت کرتا ہے]

منافقین کی معاندانہ کاروائیوں اور ذہنی بدخواہانہ کیفیات کے باوجود آنحضورؐ کو حکم ہے کہ عمدہ پیرایے میں نصیحت فرمائیں ارشاد ہے :

ثم جاؤک یحلفون باللہ ان اردنا الا احسانا و توفیقا ، اولیئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبھم فاعرض عنھم و عظھم و قل لھم فی انفسھم قولا بلیغا.۹۶

[کہ اس کے بعد یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ان کا مقصد تو محض بھلائی اور ملاپ تھا ، ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو اس کا بخوبی علم ہے ، تاہم آپ ان کی باتوں کو خاطر میں نہ لائیں اور خیرخواہی سے ان کو ان کے بُرے اعمال کے انجام سے ڈراتے رہیں ، اور ان کو ان کے فائدے کی ایسی باتیں کہیں جو ان کے دل میں اتر جائیں]

آنحضورؐ کے منہاج تربیت کا یہ نمایاں پہلو ہے کہ آپ میں شفقت و محبت کی فراوانی تھی ۔ آپ سب پر بے حد مہربان اور شفیق تھے ۔ قرآن مجید اسلام کی کامیابی کو آپ حضورؐ کی خوش اخلاق کا کرشمہ بتاتا ہے ۔ ارشاد ہے :

فبما رحمة من اللہ لنت لھم ولو کنت فظّا غلیظ القلب لانفضوا من حولک.۹۷

[کہ یہ اللہ کی رحمت ہے آپ ان کو نرم دل مل گئے ، اگر آپ تندخو

سخت دل ہوتے تو یہ آپ سے متفرق ہو چکے ہوتے]

نگہ بلند سخن دلنواز و جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے[۹۸]

معاشرے سے بد اخلاق اور اس کے رجحانات کو یکسر ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اخلاق کو عام کیا جائے۔ اچھائی کا حکم کرنا برائی سے باز رکھنا ہر فرد کا فریضہ ہو۔ اپنے حلقۂ اثر میں بھلائی کو عام کرنے اور اس پر کاربند کرنے کا وہ خود ذمہ دار ہو۔ معلم اخلاقؐ نے اس پر بھی توجہ فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ[۹۹]

[کہ تم میں سے ہر ایک کچھ لوگوں کا نگران ہے، اور تم میں ہر ایک اپنی ذمہ داری کے متعلق جوابدہ ہوگا]

کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو معاشرے میں بد اخلاق کے سامان خود بخود اس طرح پیدا ہو جاتے ہیں جیسے جنگل میں خودرو گھاس اگ آتی ہے۔ حتیٰ کہ معاشرے میں ایسے بدخواہ جلد پیدا ہو جاتے ہیں جو برائی کا نہ صرف یہ کہ برملا ارتکاب کرتے ہیں، بلکہ دوسرں کو بھی مجبور کرتے ہیں۔ ایسے عناصر کی طرف قرآن مجید اشارہ فرماتا ہے:

یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف و یقبضون ایدیھم نسوا اللہ فنسیھم ، ان المنافقین ھم الفاسقون.[۱۰۰]

[کہ وہ بری باتیں سکھاتے ہیں، نیک باتوں کو چھڑاتے ہیں، بھلائی سے اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ بھی ان کو بھول گیا، یقیناً منافق ہی نافرمان ہیں]

۲۔ جامعیت:

جامعیت کو ہم یوں بھی ادا کر سکتے ہیں کہ اس منہاج میں لچک ہونی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے چند خاص قسم کے امور کا نظم و نسق برقرار رکھنے اور اس کو ترقی دینے کے لیے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے[۱۰۱]۔ چونکہ یہ کام اپنے اندر تنوع رکھتا ہے اس لیے رب قدوس نے مختلف انسانوں کو مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی کاروباری ہے تو کوئی صنعت کار، کوئی تاجر ہے تو کوئی کاشتکار، کوئی عدالت کا قاضی ہے تو کوئی سپہ سالار، کوئی بادشاہ ہے تو کوئی وزیر، کوئی واعظ ہے تو کوئی معلم، کوئی مصلح با صفا ہے تو کوئی حال مست زاہد و عابد اسی طرح مختلف انسانوں کی مختلف اوقات میں حیثیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ بیٹی ہے یا بیٹا، ماں ہے

یا باپ ، استاد ہے یا شاگرد ، آجر یا اجیر ، حبیب یا شفیق وغیرہ وغیرہ ان مقنوع صلاحیتوں اور مختلف حیثیتوں کے مد نظر ایک معلم اخلاق کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک ایسا جامع نظام اخلاق پیش کرے اور ایسا لچک پذیر منہاج تربیت زیر عمل لائے جس میں انسان کی ہر قسم کی بہتر صلاحیت و استعداد کے صحیح طور پر نشو و نما پانے کی گنجائش موجود ہو، اور جو ہر انسانی ہر حیثیت میں اس کو رہنمائی عطا کر سکے ، تاکہ ہر ذوق اور ہر وضع کا آدمی اپنی اپنی فطری صلاحیتوں ، طبعی خصوصیات اور معاشرتی و معاشی حیثیتوں کے مطابق انسانی زندگی کا کمال پا سکے ۔ بات تو حضرت ابراہیم کی ہے ۔ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا :

ان ابراھیم کان امة[۱۰۲]

[کہ ابراہیم بجائے خود ایک امت تھے]

اس کے مطابق ہر نبی ان تمام استعدادوں اور صلاحیتوں کا جامع ہوتا ہے جو اس کی امت میں پائی جاتی ہیں ۔ اس لیے آپ حضورؐ کو خاتم الانبیاء اور المبعوث الی کافة الناس[۱۰۳] ہونے کے اعتبار سے انسانی متنوع قسم کی خوبیوں ، صلاحیتیوں کا جامع بنایا :

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس لیے آپ حضورؐ کے نظام اخلاق اور منہاج تربیت میں جہاں ان عمومی اخلاق کی تربیت کا انتظام ہے جو ہر ایک انسان کو بلا استثناء اختیار کرنا ہوتے ہیں تو وہاں ان اخلاقی اقدار کی تعلیم و تربیت کا بھی سامان ہے جو جدا جدا حیثیت کے انسانوں کے لیے ہیں ۔ آپ کے صحابہؓ کرام کی زندگیوں کے تفصیلی مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے ان میں ہزاروں متنوع صلاحیتوں اور حیثیتوں کے انسان تھے اور ہر ایک نے آپ کے دامن تربیت میں تربیت پا کر انسانی تاریخ میں مثالی کردار پیش کیا اور روشن نام پایا ۔ آپ کی تعلیمات میں ایسی جامعیت اور آپ کے منہاج میں ایسی لچک ہے کہ ہر انسانی معاشرے اور تاریخ کے ہر دور کا انسان اپنی انفرادی خصوصیات اور اجتماعی ضرورتوں کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتا چلا آیا ہے ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا ۔ ان شاء اللہ :

یا رب صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیرالخلق کلھم[۱۰۴]

حواشی

۱- القرآن المجید ، النحل (۱٦ : ۱۲۵)
۲- الخطیب ، الشیخ ولی الدین ابو عبداللہ ، محمد بن عبداللہ : مشکواۃ المصابیح ، اصح المطابع کراچی، ص ۳٦ (کتاب العلم)
۳- بحوالہ کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین (   ) اس کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یوں نقل کیا ہے : قلت یا رسول اللہ متی جعلت (کتبت) نبیا قال : و آدم بین الروح و الجسد ، ج ۴ ص ٦٦ ، ج ۵ ص ۵۹ ، ۳۷۹ ؛ قاضی عیاض : الشفاء ، ج اول ۱۰۲ ؛ ترجمان السنہ (بحوالہ ترمذی) ج اول ، ص ۳۷۹-۸۲
۴- القرآن المجید ، القصص (۲۸) : ۷۸ ؛ انما اوتیتہ علی علم ، بل هی فتنہ (الایہ) الزمر (۳۹) : ۴۹
۵- اقبال ، ڈاکٹر شیخ محمد : بال جبریل (در کلیات اردو) ص ۴۵
٦- علامہ شبلی نعمانی/سید سلیمان ندوی : سیرۃ النبی ، معارف اعظم گڑھ (طبع چہارم ، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ، ج اول ، ص ۴ ؛ ج ٦ ، ص ۳۱
۷- حافظ شیرازی ، خواجہ شمس الدین : دیوان ، ص ۴ مطبع مصطفائی لاہور ، ۱۳۱۱ء
۸- القرآن المجید ، الکہف (۱۸) : ۱۷
۹- شاہ ولی اللہ : حجۃ اللہ البالغہ I/٦۸ (باب بیان ان اصل الدین واحد الخ) مطبعہ خیریہ ، مصر -
۱۰- امیر خسرو ، اسی مضمون کی حدیث کا ترجمہ مولینا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب نشر الطیب (ص ۱۸) میں نقل کی ہے بحوالہ دلائل ابو نعیم ؛ طبرانی الاوسط -
۱۱- القرآن المجید ، مائدہ (۵) : ۲۳
۱۲- القرآن المجید ، مائدہ (۵) : ۲۴
۱۳- قالہ مقداد بن عمرو ، طبری ج ، ۳ ص ۱۳۰۰ ؛ الخضری بک : المحاضرات ، ج اول ، ص ۱۰۳
۱۴- قالہ ، سعد بن معاذ طبری ج ۳، ص ۱۳۱۴ ، زاد المعاد ج ، اول ص ۳۴۲ ، المحاضرات ج اول ص ۱۰۳
۱۵- اقبال : بانگ دراء (در کلیات اردو) ، ص ۱٦٦
(دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
۱٦- طبری ج ۳/ص ۱۴۰۳-۱۴۱۵

۱۷- بخاری غزوهٔ حنین ؛ طبری ج ۳ ، ص ۱۶۶۰-۱۶۶۳ ؛ ترجمان السنہ ج ۳ ، ص ۱۴۳
۱۸- القرآن المجید ، آل عمران(۳) : ۱۵۹
۱۹- اقبال : بانگ دراء (در کلیات اردو) ص ۹۴
۲۰- سورۂ الفتح : اس میں تین فتوحات کی خوشخبری : ساتھی ہر طرح وفادار اور مکمل تابع فرمان دشمنوں پر مستحکم اور پائیدار فتح؛ دین اسلام اور امت مسلمہ کا دوام اور قیامت تک سر بلندی، نیز ملاحظہ ہو بخاری : کتاب الشروط و المصالحۃ مع اہل اطرب، طبری ج ۳ ص ۱۵۴۵-۱۵۵۰ ؛
۲۱- القرآن المجید ، التوبہ(۹) : ۱۱۹ ;
۲۲- بخاری ج ۲ باب حدیث کعب بن مالک ، ص ۶۳۴
۲۳- السیوطی : تاریخ الخلفاء ص ۴۷ ؛ اتمام الوفاء ، ص
۲۴- الخطیب : مشکوٰۃ المصابیح ، ص ۵۵۴
۲۵- القرآن ، الدھر : ۱۰
۲۶- بخاری : باب بدأ الوحی ۱ ، ایمان ۴۱ ، نکاح ۵ ، طلاق ۱۱ ، مناقب الانصار ۴۵ ، عتق ۶ ، حیل ۱ ؛ مسلم ، باب الامارۃ ۱۵۵ ؛ ابو داؤد ، طلاق ۱۱ ؛ ترمذی ، فضائل الجہاد ۱۶ ؛ نسائی طہارۃ ۵۹ ، طلاق ۲۴ ، ایمان ۱۹ ؛ ابن ماجہ زھد ۲۶ ؛ احمد بن حنبل ج اول ص ۲۵ ، ۴۲
۲۷- حوالہ سابق
۲۸- القرآن المجید ، بقرہ (۲) : ۲۶۴ ؛ نساء (۴) : ۳۸ (ینفقون اموالہم رئاء الناس ؛ نساء (۴) : ۱۴۲ (و اذا قامـوا الی الصلـواۃ قامـوا کسالی یـراء ون الناس . . .) ؛ الماعون (۱۰۷) : ۶ (الذین ھم یراء ون) وغیرہ
۲۹- القرآن المجید ، الانفال (۸) : ۴۸
۳۰- القرآن المجید ، نساء(۴) : ۱۴۲
۳۱- القرآن المجید ، اللیل(۹۲) : ۱۸
۳۲- طبری (تاریخ) ج ۵، ص ۲۰۷-۲۵ ؛ اتمام الوفاء ، ص
۳۳- القرآن المجید ، ہود(۱۱) : ۱۵
۳۴- بخاری ، ج ، اول ص ۴۰۰ باب الخیل لثلثۃ -
۳۵- القرآن المجید ، اعراف (۷) : ۱۷۸ ؛ المنافقون (۶۳) : ۳ (فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون)
۳۶- القرآن المجید ، الفاطر (۳۵) : ۴۳
۳۷- القرآن المجید ، التوبہ (۹) : ۱۰۸

۳۸- مشکواۃ المصابیح ، ص ۱۵۸ (عن انس رض ان ابابکر رض کتب له هذا الکتاب لما وجهه الی البحرین) ، ترمذی ج اول ص ۱۰۷ مخافة الصدقة

۳۹- القرآن المجید ، نساء (۴) : ۲۹

۴۰- القرآن المجید ، سورۂ محولہ بالا : ۲

۴۱- القرآن المجید ، البقرہ (۲) : ۱۸۸

۴۲- القرآن المجید ، نساء (۴) : ۳۰

۴۳- البخاری ، کتاب الاجارہ ، باب کسب البغی و الاماء/۲۰

۴۴- مشکواۃ المصابیح ص ۴۲۳ (عن تمیم الداری/قال ؐ الدین النصیحة ثلثا ، قلنا : لمن یا رسول الله قال : لله و لکتابه و لرسوله و لائمة المسلمین و عامتهم)

۴۵- البخاری ، (کتاب الجهاد ، باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیاء) ج اول ، ص ۳۹۴ ؛ مسلم کتاب الامارہ باب ۴۲

۴۶- النسائی ، کتاب الجهاد ، باب من غزا یلتمس الاجر و الذکر

۴۷- مسلم ، کتاب الزهد ، باب/۵ (ترکته و شریکه) مخالف لنص مسلم

۴۸- الترمذی ، کتاب الزهد ، باب اعمال السر ، و ذکرہ المحاسبی فی الرعایه ، ص ۱۹۲ (تحقیق دکتور عبدالحلیم محمود و طه مسرور) -

۴۹- حوالۂ سابق

۵۰- الترمذی ، ابن حنبل : سند III/۲۵۰ ، ۲۷۴ ، ۵۳۷ ، V/۸۹ ، ۹۹ ، VI/ ۴۷ ، ۹۹ ، ابو داؤد ، سنة ، ۴۱

۵۱- القرآن المجید ، المومنون (۲۳) : ۱

۵۲- القرآن ، یوسف (۱۲) : ۵۳ (ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی)

۵۳- القرآن المجید ، القیامة (۷۵) : ۲- (لا اقسم بالنفس اللوامه)

۵۴- القرآن المجید، الفجر (۸۹) : ۲۷ : (یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة)

۵۵- القرآن المجید ، ص (۳۸) : ۲۶

۵۶- القرآن المجید ، النساء (۴) : ۱۳۴

۵۷- القرآن المجید ، الزخرف (۴۳) : ۲۳

۵۸- القرآن المجید ، البقرہ (۲) : ۱۷۰

۵۹- الدیلمی ، مسند الفردوس (صحیح من طریق ام سلمه) ذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر ، ج اول، ص ۱۷

۶۰- القرآن المجید ، النازعات (۷۹) ۴۱

۶۱- القرآن المجید ، البقرہ (۲) : ۱۲۹

۶۲- ملاحظه ہو القرآن المجید ، البقرہ : ۴۳ ، ۸۳ ، ۱۱۰ ، ۱۲۹ ، ۱۵۱ ، ۱۷۴ ، ۱۷۶ ، ۲۳۲ ، ۲۷۷ ؛ آل عمران : ۷۹ ، ۱۶۴ ؛ النساء : ۴۸ ، ۷۶ ، ۱۶۱ ؛

المائدہ : ۱۲ ، ۵۸ ؛ الاعراف : ۵۵ ؛ التوبہ : ۶ ، ۱۲ ، ۱۹ ، ۲۷ ؛
الکہف : ۱۹ ، ۵۷ ، ۸۲ ؛ مریم : ۱۲ : ۱۸ ، ۳۱ ، ۵۵ ؛ طہ : ۷۶ ؛ الانبیاء :
۷۳ ؛ الحج : ۱۴ ، ۷۸ ؛ النور : ۲۱ ، ۲۷ ، ۳۰ ، ۳۷ ، ۵۶ ؛ الروم :
۳۱ ؛ لقمان : ۴ ؛ الاحزاب : ۳۳ ؛ الفاطر : ۱۸ ؛ المومن : ۴ ؛ حم السجدہ :
۷ ؛ النجم : ۳۲ ؛ المجادلہ : ۱۳ ؛ الجمعہ : ۲ ؛ المزمل : ۲۰ ؛ النازعات :
۱۸ ؛ عبس ۳ ، ۷ ؛ الاعلی : ۱۴ ؛ الشمس : ۹ ؛ اللیل : ۱۸ ؛ البینہ : ۵

۶۳- القرآن المجید ، النجم : ۳۲

۶۴- القرآن المجید ، ملاحظہ ہوں آیات : التوبہ : ۱۰۴ ؛ الفاطر : ۱۸ ؛ الاعلی :
۱۴ ؛ طہ : ۷۶ وغیرہ

۶۵- القرآن المجید ، الحجرات (۴۹) : ۷

۶۶- القرآن المجید ، العنکبوت (۲۹) : ۴۵

۶۷- القرآن المجید ، البقرہ (۲) : ۲۰۱ ، نیز ملاحظہ ہو آل عمران : ۱۵ ، ۱۹ ،
وغیرہ

۶۸- مشکواۃ المصابیح ، کتاب الصوم ، ص ۱۷۶

۶۹- القرآن المجید ، البقرہ (۲) : ۱۹۷

۷۰- القرآن المجید ، التوبہ (۹) : ۱۰۴

۷۱- القرآن المجید ، الحشر (۵۹) : ۹

۷۲- القرآن المجید ، النحل (۱۶) : ۱۲۵

۷۳- القرآن المجید ، لقمان (۳۱) : ۱۲

۷۴- القرآن المجید ، ملاحظہ ہو النساء ۱۶۴ ؛ الانعام : ۸۴ ؛ الکہف : ۷۵ ؛ البقرہ :
۱۱۹ ، ۲۱۳ ، اسریٰ : ۱۰۵ ؛ الفرقان : ۵۶ ؛ الاحزاب : ۴۵ ؛ الفتح : ۸ ؛
المائدہ : ۲۱ ؛ الاعراف : ۱۸۷ الفاطر : ۲۴ ؛ سباء : ۲۸ ؛ حم السجدہ :
۴۰ ؛ وغیرہ وغیرہ

۷۵- شاہ ولی اللہ : الفوز الکبیر ۔

۷۶- القرآن المجید ، الاعراف (۷) : ۶۹

۷۷- القرآن المجید ، الاعراف (۷) : ۷۴

۷۸- ابن حنبل : مسند ، ج ۴ ، ص ۲۴۰ (من طریق عائشہؓ)

۷۹- القرآن المجید ، الزمر (۳۹) ۵۳ ؛ الشوری : ۲۵ ولیعفو عن السیئات ویعلم
ما تفعلون)

۸۰- ابن حنبل : مسند III/۲۹ ، ۴۱ ، ۷۶ (من طریق ابی سعید الخدری)

۸۱- مسلم ، کتاب البر والصلہ باب/۱۵

٨٢- القرآن المجید ، البقره (٢) : ١٨٥
٨٣- کنز العمال ج ٢ ص ٩
٨٤- سابقہ حوالہ
٨٥- سابقہ حوالہ ؛ مشکوۃ المصابیح ، ص ١١٠
٨٦- کنز العمال ج ٢ ، ص ١٠
٨٧- القرآن المجید ، الفاتحہ : ٥ ، ٦
٨٨- القرآن المجید ، الممتحنہ (٦٠) : ٤
٨٩- القرآن المجید ، الاحزاب (٣٣) : ٢١
٩٠- القرآن المجید ، یونس (١٠) : ١٦
٩١- القرآن المجید ، ن والقلم (٦٨) : ٤
٩٢- القرآن المجید ، البقره : ٤٤ (٢٤) : ٣٣
٩٣- القرآن المجید ، الشوری (٤٢) ٣٤
٩٤- القرآن المجید ، القصص (٢٨) : ٥٤
٩٥- القرآن المجید ، النساء (٤) : ٥٧
٩٦- القرآن المجید ، النساء : ٦٢
٩٧- القرآن المجید ، آل عمران : ١٥٩
٩٨- اقبال
٩٩- مشکوۃ المصابیح
١٠٠- القرآن المجید ، التوبہ (٩) : ١٦٨؛
١٠١- القرآن المجید ، ملاحظہ ہو البقره : ٣٠ ؛ ص ٢٦ ؛ الانعام : ١٦٥ ؛ یونس ١٤ ، ٧٣ : الفاطر : ٣٩ ؛ الاعراف : ٦٨ ؛ ٧٣ ؛ النمل : ٦٢
١٠٢- القرآن المجید ، النحل (١٦) : ١٢٠
١٠٣- القرآن المجید ، سباء : ٢٨
١٠٤- قصیدہ بردہ